اپنی ذات کے خلاؤں کو نیکیوں سے پُر کر دیں اس سے مغربی معاشرہ آپ پر اثر انداز نہیں ہوگا اور آپ یقیناً غالب رہیں گے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳/ اکتوبر ۱۹۸۷ء بمقام لاس اینجلس امریکہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

سفر کے دوران جس کا آغاز کینیڈا سے ہوا اگر چہ وہاں ایک دو دن ہی ٹھہرا اور بعد میں پھر امریکہ آیا اور یہاں تقریباً یہ سفر نصف تک پہنچ چکا ہے۔ اس تمام سفر کے دوران جہاں جہاں بھی جانے کا موقع ملا عموماً احباب جماعت نے ایک سوال بڑی شدت کے ساتھ اٹھایا کہ جس ملک میں یا جن ملکوں میں ہم رہ رہے ہیں یہاں کا معاشرہ اتنا گندہ ہو چکا ہے اور فضا اتنی زہریلی ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کے مستقبل سے متعلق فکر ہے۔ اس لئے ہمیں کوئی ایسی ترکیب بتائیں جس کے نتیجے میں، جس پر عمل کرنے سے ہم آئندہ اپنے بچوں کے بارے میں مطمئن ہو سکیں کہ یہ اسلامی اقدار کے ساتھ پلیں گے، ساتھ جوان ہوں گے اور کسی طرح بھی یہ غیروں سے مرعوب نہیں ہوں گے۔

کینیڈا میں جو مجلس سوال و جواب تھی اس میں بھی میں نے اس سوال کا جواب دیا اور بعد میں خصوصیت کے ساتھ واشنگٹن میں بچوں کے اجلاس میں بھی میں نے اس مضمون کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ چونکہ یہ سوال عام طور پر اٹھایا جا رہا ہے اور اکثر ذہنوں کو بے چین کر رہا ہے اس لئے

مناسب ہوگا کہ ان دونوں جوابوں کی اکٹھی ایک کیسٹ تیار کر لی جائے اور چونکہ اس خطبے میں بھی میں اسی کے ایک اور پہلو پر گفتگو کروں گا اس لئے اس کو بھی ساتھ شامل کر لیا جائے اور تمام امریکہ کی جماعتوں میں اس احتیاط کے ساتھ ان کیسٹس کو بھجوایا جائے کہ خلا نہ رہ جائے۔ اگر چہ کیسٹ کا نظام اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ دو تین سالوں میں کافی مضبوط ہو چکا ہے اور تقویت پا چکا ہے لیکن جب بھی میں نے تفصیلی جائزہ لیا ہے تو بہت سے خلا ضرور دکھائی دیتے ہیں اور یہ کہنا درست نہیں کہ کسی ملک کی ہر جماعت میں باقاعدگی سے کیسٹس پہنچ رہے ہیں اور اس جماعت کے ہر فرد تک ان کی رسائی ہے یا ہر فرد کو ان تک رسائی ہے۔ یہ نظام بھی ابھی نامکمل ہے کہ سنائی کیسے جائے اگر اکٹھا جماعت کو کیسٹس سنانے کا انتظام نہ ہو جس میں خطبات ہوں یا خصوصی پیغامات ہوں تو بسا اوقات بہت سے خاندان ایسے رہ جاتے ہیں جو اپنے طور پر تو سن ہی نہیں سکتے۔ علاوہ ازیں بھی اگر جمعہ پر بھی یہ انتظام کیا جائے تو آپ جانتے ہیں کہ جن ملکوں میں آپ بس رہے ہیں یہاں بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو جمعہ پر حاضر ہی نہیں ہوسکتی اور کچھ جو جمعہ پر آتے ہیں مرد یا خواتین ان کے بچے ضروری نہیں کہ ساتھ آسکیں۔ اس لئے خلا کے احتمالات زیادہ ہیں بنسبت اس کے کہ یہ یقین کیا جائے کہ سب تک پیغام پہنچ رہے ہیں۔

اس لئے ایسے اہم مضامین جن کا جماعت کی تربیت کے ساتھ یا ان کے بچوں کے مستقبل کے ساتھ گہرا تعلق ہو ان کو زیادہ احتیاط کے ساتھ، زیادہ محنت کے ساتھ احباب جماعت تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس لئے جہاں اجتماعی انتظامات ہیں ان میں یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ کتنے دوست تشریف لا سکے جو تشریف لائے ان سے مل کے یہ طے کرنا چاہئے کہ آپ اپنے بچوں کو کس طرح سنائیں گے، جو نہیں آسکے ان تک پہنچانے کا انتظام اگر یہ ان خطبات کے علاوہ عموماً بھی جماعت ایسا انتظام کرے اور اس توجہ کے ساتھ یہ انتظام کرے تو اس سے بالعموم ساری دنیا کی جماعت کو بہت سے فوائد پہنچیں گے۔

خطبات ایک ایسا ذریعہ ہے جن کے ذریعے ساری دنیا میں خواہ کسی ملک سے تعلق کے رکھنے والی جماعتیں ہوں ان میں یک جہتی اور یک سوئی پیدا ہوسکتی ہے۔ جماعت احمدیہ کے مقاصد میں ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو عالمی بنایا جائے، تمام عالم کے دوسرے مذاہب پر اس کو غالب کیا

جائے اور ایک اسلامی مزاج ساری دنیا میں پیدا کیا جائے۔ اس ایک مزاج کو پیدا کرنے کے لئے خلافت سے ساری جماعتوں کی وابستگی سب سے بڑا ذریعہ ہے جو دنیا میں کسی اور مذہبی جماعت کو اس طرح حاصل نہیں اور پھر ہر ہفتے ایک ہی قسم کے مزاج کو دنیا میں پیدا کرنے کی خاطر ایک ہی خطبہ کو ہر جگہ پھیلانا اور ایسے خطبے کو پھیلانا جس کا سننے والا یہ سمجھتا ہو کہ میرا اس بیان کرنے والے سے ایک ایسا گہرا روحانی تعلق ہے کہ جو باتیں بھی کہی جارہی ہیں میں عہد کر چکا ہوں کہ میں انہیں توجہ سے سنوں گا اور ان پہ عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

یہ بات بھی دنیا میں کسی اور مذہبی نظام کو حاصل نہیں۔ اس لئے اگر اس دنیا کی وحدت کسی جماعت سے وابستہ ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی ہے لیکن جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے جو نظام مہیا فرما دیا ہے جو انتظامات مکمل کر دیئے ہیں اگر خود یہ جماعت اس سے استفادہ نہ کرے تو پھر دنیا کی وحدت تو درکنار اپنی وحدت کو بھی برقرار نہیں رکھ سکے گی اور میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ بسا اوقات اس کمی کی وجہ سے مختلف جماعتوں کے مزاج مختلف ہونے لگتے ہیں۔ جہاں باقاعدگی سے خطبات پہنچانے کا انتظام نہیں وہاں کئی قسم کے ایسے خیالات کئی قسم کے ایسے توہمات دلوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کا ساتھ ساتھ علاج نہیں ہو رہا ہوتا اور وہاں مختلف مزاج میں جماعتیں پرورش پارہی ہوتی ہیں دنیا کی دوسری جماعتوں سے فرق کے ساتھ ان کی تربیت ہو رہی ہوتی ہے۔

اس لئے بالعموم ابھی یہ بہت ضروری ہے اور خصوصاً ایسی جگہ جیسے لاس اینجلس ہے، بہت پھیلی ہوئی جماعتیں ہیں گھروں کے درمیان فاصلے بہت ہیں، شہر بہت بڑا ہے، بداثرات بہت زیادہ ہیں اور ایک مسجد اگر بنا بھی دی جائے تو تب بھی اس مسجد تک سب کی رسائی عملاً ممکن نہیں ہے۔ تو ایسی جماعتوں میں تو خصوصیت کے ساتھ یہ انتظام ضروری ہے کہ مرکز سے ان کا رابطہ مکمل رہے اور ہر بڑے چھوٹے تک خلیفۂ وقت کی آواز میں وہ باتیں پہنچیں جن پر عمل کرنا وقت کے تقاضوں کے لحاظ سے خصوصیت سے بہت ضروری ہے۔

اس تمہید کے بعد میں اب اس مضمون کی طرف آتا ہوں جس کا میں نے ذکر شروع میں چھیڑا کہ بچوں کی حفاظت کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ جو باتیں میں پہلے بیان کر چکا ہوں انہیں دوہرانے کی ضرورت نہیں لیکن قرآن کریم کی ایک آیت کو خصوصیت کے ساتھ پیش نظر رکھتے ہوئے آج میں اس

مضمون پر روشنی ڈالوں گا۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے:۔

اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ (ھود:۱۱۵) کہ یقیناً حسنات برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے جس کے متعلق بالعموم بہت ہی غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ برائیاں نیکیوں کو کھا جاتی ہیں اور اس وجہ سے یہ خوف پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایسے ماحول میں ہیں جو برا ہے اس لئے ہمیں خطرہ ہے کہ یہ برائی ہم پر غالب نہ آجائے۔قرآن کریم نے اس مضمون کو بالکل برعکس شکل میں پیش فرمایا ہے۔فرمایا اگر تم واقعی اچھے ہو تو تمہیں برائی سے خوف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں برائیاں تم سے خوف کھائیں گی کیونکہ برائیوں کی فطرت میں ایک کمزوری داخل ہے کہ حسنات کا مقابلہ نہیں کرسکتیں اور حسنات ان پر بھی ضرور غالب آتی ہیں۔ یہ ایک ایسا بالکل نیا اور اچھوتا مضمون ہے جس کا دنیا کے دوسرے مذاہب میں اشارۃً تو شاید ذکر ملے مگر اس طرح وضاحت کے ساتھ اس قوت کے ساتھ آپ کو دنیا کی کسی الہامی کتاب میں اس مضمون پر روشنی پڑتی ہوئی دکھائی نہیں دے گی۔

چنانچہ اس مضمون کو مزید تقویت دیتے ہوئے قرآن کریم فرمایا ہے:۔

جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا

(بنی اسرائیل:۸۲)

دیکھو! حق آ گیا ہے اور اب باطل کے مقدر میں بھاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں لازماً باطل کو بھاگنا ہوگا۔ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًا اس کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ بھاگے۔ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ کے پیغام کے ساتھ جب یہ نظارہ قرآن میں موجود ہے۔ اس کے بعد کسی احمدی کے لئے اس خوف کی تو ضرورت بہر حال نہیں کہ معاشرے کی برائیاں ہماری بھلائیوں کو کھا جائیں گی لیکن کچھ اور خوف کی ضرورت بہر حال ہے۔اس لئے ہمیں اس خوف کا تجزیہ کرنا ہوگا کہ اصل قصہ کیا ہے؟ کیونکہ محض یہ کہہ دینا کہ تم اچھے ہو اس لئے تم ضرور غالب آؤ گے یہ کافی نہیں ہے کیونکہ امرِ واقع یہ ہے ہم دیکھتے ہیں بہت سے خاندان اردگرد کے ماحول سے متاثر ہوتے ہیں، اپنی ان خوبیوں کو بظاہر چھوڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جن پر وہ بظاہر قائم دکھائی دیتے تھے اور برائیوں کی طرف سرکتے ہوئے نظر آتے ہیں، ان کی اولادیں ضائع ہوتی نظر آرہی ہوتی ہیں، ان کے مزاج بدل جاتے ہیں، ان کے دین کے رجحانات میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے، ان کی آنکھوں میں

وہ تعلق قائم نہیں رہتا جو اچھے تربیت یافتہ بچوں کی آنکھوں میں دکھائی دینا چاہئے۔ دین سے اپنائیت دکھائی نہیں دیتی، ایک غیریت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو ایک طرف یہ واقعات ہمیں دکھائی دے رہے ہیں جس سے ہم کیسے آنکھیں بند کر سکتے ہیں؟ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حسنات چونکہ برائیوں کو کھا جاتی ہیں اس لئے ہمیں کوئی ڈرنے کی ضرورت نہیں، بے فکر رہیں خود بخود ہماری خوبیاں غالب آجائیں گی۔

تو ان دو تضادات میں بیچ میں کونسی ایسی راہ ہے جسے ہم تلاش کریں اور سب سے پہلے تو یہ کوشش کریں کہ ان تضادات کا وجود ممکن کیسے ہے۔ قرآن کریم تو سچائی ہے اور ایک سچائی کا دوسری سچائی سے تضاد ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ناممکن ہے کہ قرآن کریم ایک بات بیان فرما رہا ہو اور حقائق اس کی مخالفت کر رہے ہوں اس لئے اس تجزیئے کے لئے مزید غور کرنا ہوگا۔ اس الجھے ہوئے مسئلے کو پہلے حل کرنا ہوگا کہ یہ تضاد ہے کیوں؟ ہمارا مشاہدہ کچھ اور بتا رہا ہے۔ قرآن کریم کی آیت کچھ اور بیان فرما رہی ہے اور دونوں میں گویا مشرق اور مغرب کا بُعد ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم ہی سچا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ ہمارا مشاہدہ بھی درست ہے مگر ان دونوں کے درمیان جو تضاد ہے وہ ہماری نظر کی کمی کی وجہ سے ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ عملاً لوگ ضائع ہو رہے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے تھے اور اچھے ہونے کے باوجود ضائع ہو گئے، یہ بات غلط ہے۔ وہی ضائع ہوتے ہیں جو اچھے نہیں ہیں۔ جن میں حسنات ہیں وہ کبھی ضائع نہیں ہوا کرتے۔ جن میں خوبیاں ہیں ان کی خوبیاں لازماً غالب آیا کرتی ہیں۔ ہاں! جنہیں زعم ہو کہ ہم اچھے ہیں جنہیں دھوکا ہو کہ ہم خوبیوں پر قائم ہیں، وہ سمجھتے ہوں کہ ہم ٹھوس مقامات پر فائز ہیں لیکن بیچ میں سے وہ کھوکھلے مقامات ہوں، ریت کے محلوں پر کھڑے ہوں، ان لوگوں نے تو گرنا ہی گرنا ہے۔ اس لئے نسلیں ہی وہ ضائع ہوتی ہیں جو حسنات سے خالی ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کی نسلیں ضائع ہوتی ہیں جن کو حسنات پر زعم ہوتا ہے لیکن عملاً وہ حسنات سے خالی ہوتے ہیں اور یہ اصول یقینی اور قطعی ہے کہ برائیاں حسنات کو نہیں کھایا کرتی خلاؤں میں داخل ہوا کرتی ہیں۔ حسنات کے نام سے آپ کے سینے اور آپ کے اعمال بھر نہیں سکتے۔ وہ عمل سے بھرتے ہیں جو حسن عمل ہو، جو نیک عمل ہو، نیک عادات سے بھرتے ہیں۔

پس آپ کے وجود اگر نیک ناموں سے تو وابستہ ہوں اور بظاہر ارد گرد نیکی کا ملمع بھی موجود ہو لیکن اندر سینے میں خلا ہو، آپ کے اعمال میں خلا ہو تو قانون قدرت ہے کہ خلا باقی نہیں رہا کرتا، اس

خلا کو ضرور کوئی چیز بھرتی ہے۔ اگر نیکی نے نہیں بھرا تو بدی اس کو ضرور بھرے گی۔ اس لئے قرآن کریم جب یہ فرماتا ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ تو مراد یہ ہے کہ اپنے نفوس کا پہلے جائزہ لو۔ اگر برائیاں تم پر غالب آرہی ہیں تو یقین کرو کہ تمہارے اندر حسنات موجود نہیں، یقین کرو کہ تمہیں وہم ہے کہ تم اچھے ہو اور اپنی خلاؤں کو تلاش کرو اور ان خلاؤں کو نیکیوں سے بھرنے کی کوشش کرو کیونکہ جو وجود نیکیوں سے بھر جاتے ہیں ان پر کبھی بدی غالب نہیں آیا کرتی۔

چنانچہ ایک قرآن کریم اس مضمون کو عملاً تاریخ کی روشنی میں بھی پیش فرماتا ہے۔ انبیاء کا آغاز ہمیشہ ایسے ماحول میں ہوتا ہے جس پر بدی غالب آچکی ہوتی ہے، ہر طرف بدی ہی بدی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم اس نقشے کو آنحضرت ﷺ کی آمد سے پہلے کی حالت کو یوں بیان فرماتا ہے کہ:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم:۴۲)

خشکی اور تری سارے بدیوں سے بھر گئے تھے کوئی جگہ بھی فساد سے خالی نہیں تھی۔ ایک محمد مصطفیٰ ﷺ کو فائز کیا گیا اور اس دن سے مسلسل آپ کی زندگی کے آخری سانس تک بدیوں کو بھاگنا پڑا اور آپ کی نیکیوں کو ان پر غالب آنا تھا اور وہ غالب آکر رہیں۔ ایسے گندے ماحول میں قدم رکھ کر اس کو اپنے گردو پیش نور سے بھر دیا اور ایسی حیرت انگیز حسنات عربوں کو عطا کیں کہ ان کی کیفیت بدل گئی، ان کی کایا پلٹ گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو نثر اور نظم میں بیان فرماتے ہیں اور بڑی گہرائی سے اس پر روشنی ڈالتے ہیں کہ کس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی نیکیاں تھیں جو ماحول پر غالب آئیں اور ہر وہ وجود جو نیک وجود پیدا ہوا وہ آپ کی نیکیوں کی برکت سے پیدا ہوا اور یہی مضمون آج بھی جاری ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی جماعت کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حسنات ہی ہیں جو پہلے بھی غالب آئیں تھیں اور آج بھی غالب آئیں گی ان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے دنیا میں۔ اس لئے انہیں اپنائے بغیر، ہتھیاروں سے لیس کئے بغیر میدان میں نکلنا اور پھر یہ خیال کر لینا کہ ہم اپنے آپ کو یا اپنی اولاد کو بچا سکیں گے یہ درست خیال نہیں۔ یہ تو ویسی بات ہے کہ ''لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں''۔ غالب کہتا ہے:

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

(دیوان غالب صفحہ:۱۸۲)

تو جہاں محبت ہو وہاں اس چیز کو سادگی کہہ دیتے ہیں لیکن جہاں محبت نہ ہو اور جذبات سے عاری نظر سے دیکھا جائے وہاں اس چیز کا نام حماقت ہوتا ہے، انتہائی بیوقوفی کہا جاسکتا ہے۔

پس ایسی قوم جو ہتھیاروں کے بغیر نکلے اور دنیا پر غالب آنے کے دعوے کرے وہ حماقت میں تو مبتلا قرار دی جاسکتی ہے لیکن اس کے لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی دور کا بھی امکان ہے کہ یہ کبھی دنیا پر غالب آجائے گی۔ اس لئے قرآن کریم نے بعض چھوٹی چھوٹی آیات میں حکمتوں کے دریا بند کر رکھے ہیں جیسے کوزے میں دریا بند کرنے کا محاورہ ہے۔ واقعۃً قرآن کریم میں ایسے کوزے ہیں جن میں حکمتوں کے دریا بند ہیں۔ تو اس چھوٹی سی آیت نے ہمیں اپنی کمزوریوں کی طرف توجہ دلا دی۔ ہمیں یہ بتایا کہ ہمارا مقام کیا ہے؟ ہمیں یہ سکھایا کہ اگر ہم اپنی نسلوں کو بچانا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے آپ کو بچائیں۔ جب تک ہم اپنے وجود کو نیکیوں سے نہیں بھرتے اس وقت تک آئندہ نسلوں کی حفاظت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

تو امر واقعہ یہ ہے کہ وہی لوگ ہیں جن کی اولادیں ضائع ہوتی ہیں جن کے اندر خلا ہیں جو خود مادیت سے پہلے متاثر ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ خود اپنا سر خم کر چکے ہوتے ہیں دنیا کے رعب کے سامنے اور ان کی برائیوں کو بظاہر برائیاں سمجھتے ہوئے بھی، ان کی طرف ان کو جانے دیتے ہیں اور اس وقت تشویش محسوس نہیں کرتے۔ جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں، جب ان کی عادات پختہ ہو جاتی ہیں اس وقت ان کا کل نیکی کا جذبہ اچانک جیسے ہوش آجائے اس کو، اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اچھا اچھا! میری اولاد تو ضائع ہو رہی ہے اس کو بچانے کی کوشش کی جائے۔

قرآن کریم بتاتا ہے کہ بچانے کی کوشش ہمیں اپنی ذات سے کرنی پڑے گی۔ اگر ہمارے دل نیکیوں سے بھرے ہوئے ہیں، اگر ہمارے اعمال حسن ہیں تو پھر نہ ہمیں خوف ہے نہ ہماری اولاد کو کوئی خوف کیونکہ ایسی صورت میں ہم اپنی اولاد کو بھی صحیح معنوں میں نیک بنانے کی بچپن سے کوشش کر سکتے ہیں۔ اگر یہ نہیں ہے، اگر دنیا سے مرعوب ہیں تو پھر کوئی ایسی ترکیب کارگر نہیں ہوگی جو میں آپ کو زبانی بتا سکوں۔

اب اس پہلو سے آپ اپنا جائزہ لیں اپنے گردو پیش کا جائزہ لیں، اپنی تمناؤں کے رخ

دیکھیں کس طرف ہیں؟ کن باتوں سے آپ کو خوشیاں ہوتی ہیں؟ کن باتوں سے دل لذتوں سے بھر جاتے ہیں؟ اگر وہ دنیا کی تعلیمات ہیں جو بچے آپ کو بتاتے ہیں کہ ہم نے اس طرح حاصل کر لیں، اتنے بڑے کارنامے حاصل کئے، خاص جو غیر معمولی ذہین گروپ ہیں ان میں ہم داخل ہو گئے اور ان کی انگریزی سن کر آپ مرعوب ہو جاتے ہیں، ان کے اچھے نمبر دیکھ کر آپ مرعوب ہو جاتے ہیں اور کبھی آپ کو خیال نہیں آتا کہ بچپن سے ان کے اندر دین کی محبت پیدا نہیں ہو سکی، قرآن کریم کی تلاوت اچھی نہیں کرتے، آنحضرت ﷺ کی پیار کی باتیں نہیں کرتے۔ اگر ان کے اندر بچپن ہی سے دین کی محبت کا جذبہ پیدا نہیں ہوا اور آپ فکر مند نہیں ہوتے، غیر معمولی طور پر آپ غمگین نہیں ہو جاتے، اداس نہیں ہو جاتے، بے چین نہیں ہوتے، اس بات کو محسوس کر کے شروع ہی سے دعائیں نہیں کرتے تو پھر آپ کے اندر خلا ہیں اور یہ خلا ایسے ہیں جن کو بدیوں نے بہر حال بھرنا ہے کیونکہ قانون قدرت ہے کہ کوئی جگہ خالی نہیں رہ سکتی۔ وہی خلا ہیں جو بچوں میں بڑے ہو جایا کرتے ہیں۔

بعض اوقات انسان کو اپنے خلا دکھائی نہیں دیتے لیکن بچے کے آئینے میں وہ خلا دکھائی دینے لگتے ہیں۔ بچہ ماں باپ کی تصویر بنا رہا ہوتا ہے اور ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بچے کی شکلیں ہیں جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ ماں باپ کا اندرونہ بچوں میں منعکس ہو رہا ہوتا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر حالت میں ایسا ہو مگر میں دنیا کے عمومی قوانین بتا رہا ہوں۔ عام طور پر قومی تاریخیں اس طرح بنتی اور بگڑا کرتی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے ایک اور جگہ واضح طور پر یہ بیان فرمایا کہ وہ لوگ جو خدا کو یاد کرتے ہیں اور خدا کو یاد رکھتے ہیں وہ نہیں بگڑا کرتے، ان کی اولادیں بگڑا کرتی ہیں جو آہستہ آہستہ خدا کو یاد کرنا چھوڑ دیتے ہیں لیکن ان کو پتا نہیں لگتا۔ اولاد کو خطرہ ہوتا ہے اولاد میں جا کر وہ تصویر نمایاں ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں ان پر تو غیر غالب نہیں آ سکتا۔ جو خدا کو یاد رکھنے کا دعویٰ رکھتے ہیں ان میں بھی بسا اوقات برائیاں نمایاں طور پر دکھائی نہیں دیتیں لیکن ان کی اگلی نسل اس پول کو کھول دیتی ہے اور ان کی کمزوریوں کے راز طشت از بام ہو جاتے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ نَسُوا۟ ٱللَّهَ فَأَنسَىٰهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿٢٠﴾ (الحشر: ۱۹-۲۰)

دیکھو! اپنی اولادوں کی فکر کرو۔ اگر تم یہ فکر نہیں کرو گے کہ کل کے لئے ،کل آئندہ زمانے کے لئے تم کیسے لوگ آگے بھیج رہے ہو تو تمہیں اس کا شدید نقصان پہنچے گا اور تمہارے وہ اعمال جن کے نتیجے میں آئندہ اولادیں خراب ہوں گی وہ خدا کی نگاہ میں ہیں۔ یعنی تمہارے اعمال ہیں لیکن ان کا اثر اولادوں کے اوپر ظاہر ہونے والا ہے۔ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا وہ اثر لیکن آئندہ اولادیں ایسی ہیں جن کے بارے میں تم پوچھے جاؤ گے۔

یہ ہے وہ بنیادی مضمون جس پر آپ غور کریں تو یہ مسئلہ آپ کو اور زیادہ وضاحت سے سمجھ آجائے گا۔ فرماتا ہے خدا تمہارے اعمال سے واقف ہے، خوب باخبر ہے اور اس طرز بیان میں زور اس بات پر دیا گیا ہے گویا تم باخبر نہیں ہو مگر خدا باخبر ہے، تم بے خبر ہو اور خدا باخبر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ تمہیں معلوم نہیں کہ تم کیا کر رہے ہو لیکن اللہ خوب خبر رکھتا ہے۔ یہ ہے بنیادی بیان اور اس کے ساتھ ہی یہ فرمایا گیا ہے کہ اپنی اولادوں کی فکر کرو۔ مراد یہ ہے کہ تمہارے بعض اعمال ایسے ہیں تمہیں علم ہی نہیں کہ ان کے کیا اثرات پیدا ہو رہے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ ان کے اثرات تمہارے تک محدود نہیں رہیں گے، آئندہ نسلوں تک پھیلیں گے۔ اس لئے اے تقویٰ اختیار کرنے والو! خوب خیال رکھو اور فکر کرو کہ آئندہ زمانوں کے لئے تم کیا بھیج رہے ہو۔

پس اس وضاحت کے ساتھ خوب معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم ایسے اعمال کی بات کر رہا ہے جن کا اثر مستقبل پر پڑتا ہے اور انسان کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیسے اعمال ہیں لیکن خدا جانتا ہے کہ مستقبل پر وہ ضرور اثر دکھائیں گے اس لئے متنبہ فرماتا ہے۔ فرمایا:۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۲۰

ایسے لوگوں کی طرح نہ بنو جو خدا کو بھول جائیں کیونکہ پھر خدا ان کو اپنے حال سے بے خبر کر دیتا ہے۔ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ وہ خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔

اب دیکھ لیں اس مضمون کا اس سے کتنا گہرا اور براہ راست تعلق ہے۔ جو قوم جو اپنے اعمال سے بے خبر ہو وہی ہے جو اپنے آپ کو بھول رہی ہے۔ اسی کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے اگلی آیت میں۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خدا جانتا ہے کہ تم کیا کر رہے اور تم نہیں جانتے کیونکہ تم وہ ہو

جو خدا کو بھول چکے ہو اور جو خدا کو بھول جائیں خدا ان کو اپنا آپ بھلا دیا کرتا ہے۔ اپنے حال سے بے خبر کر دیتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آئندہ پھر فاسق نسلیں پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔

اس لئے سب سے پہلی فکر اپنی کریں، اولاد کی باری تو بعد میں آئے گی۔ اگر آپ کے رجحانات درست ہیں، اگر آپ کا اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق ہے، اگر آپ خدا کو نہیں بھولے تو پھر آپ کے دل خدا کے نور سے بھرے رہیں گے اور ان پر بدی غالب نہیں آسکتی۔ خدا کا ذکر کرنے والی قوموں پر غیر اللہ کو غلبہ نصیب نہیں ہوسکتا۔

اس مضمون کو قرآن کریم کی ایک اور آیت بھی بیان فرما رہی ہے جہاں شیطان نے خدا تعالیٰ سے اجازت مانگی ہے کہ مجھے موقع دے قیامت تک کہ میں تیرے بندوں کو آزماؤں اور انہیں راہ راست سے بھٹکانے کی کوشش کروں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ٹھیک ہے جو تیرا زور ہے لگا اپنے لاؤلشکر لے کر میرے بندوں پر چڑھا دے لیکن میں تجھے یہ بتاتا ہوں کہ جو میرے بندے ہیں ان پر تو غالب نہیں آسکے گا۔ جو میرے ہو چکے ہیں ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔ اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ حقیقی نیکی کے اوپر بدی غالب آہی نہیں سکتی بلکہ حقیقی نیکی ہے جو بدیوں کو ختم کرتی ہے۔ اس لئے اگر ہمارے اندر کمزوریاں اور خلا ہیں اور ہماری نیکیوں کے خول ہیں جن کے اندر رس کوئی نہیں، ان کے اندر حقیقت میں کوئی ٹھوس وجود نہیں ہے بلکہ چھلکے ہیں۔ تو پھر ایسے چھلکوں کو تو بدیاں ضرور کھا جائیں گی۔

سب سے پہلے اپنے نفس کا جائزہ لینا ضروری ہے، اپنے ماحول کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ میاں بیوی دونوں جن کی اولاد ہے جو فکر کرتے ہیں کہ اولاد کا کیا بنے گا ان کو پہلے اپنی فکر کرنی چاہئے، اپنے تعلقات پہلے اسلامی رنگ میں درست کرنے چاہئیں۔ اپنے ماحول کو درست کرنا چاہئے، اپنے رجحانات کو درست رکھنا چاہئے۔ ہر بات میں دین کو فضیلت دینے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ اگر سارا دن گھر کے ماحول میں دنیا کی لذتوں کی باتیں ہو رہی ہوں، یہ ذکر چل رہے ہوں کہ فلاں کے پاس فلاں چیز آگئی ہے اور ہم نے یہ چیز ابھی لینی ہے، اس طرح ہم مکان بنائیں گے، اس طرح ہم یہ کریں گے، اس طرح وہ کریں گے۔ اس طرح اولاد کو اچھی تعلیم دلوائیں گے اور وہ دنیا میں بڑے آدمی بنیں گے۔ اگر ذکر ہی یہ چلتے ہوں اور مقابلے ہوں آپس میں مادیت کے حصول کے لئے تو پھر یہ خیال کر لینا کہ ہماری اولاد نیک بھی رہے بہت اچھی ہو، یہ خیال تو اچھا ہے مگر نتیجہ اس کا اچھا نہیں نکلا

کرتا۔ اچھے نتائج کے لئے خیالات کے ساتھ ٹھوس حقائق کا شامل ہونا بھی ضرور ہوا کرتا ہے۔

پس اس پہلو سے سارے امریکہ کی جماعتوں اور کینیڈا کی جماعتوں کو جن تک یہ آواز پہنچتی ہے خصوصیت کے ساتھ اور تمام عالم کی جماعت کو بالعموم اس قرآن کریم کے بیان فرمودہ نکتے کی طرف بہت گہری توجہ کرنی چاہئے۔ آپ حسنات پر قائم ہیں کہ نہیں؟ یہ پہلا سوال ہے۔ آپ کے دل واقعۃً نیکی کی طرف مائل ہیں کہ نہیں؟ کیا آپ دین کو دنیا پر فضیلت دیتے ہیں یا نہیں دیتے؟ اگر ان سوالات کے جوابات مثبت ہیں تو میں قرآن کی زبان میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی اولادیں ضائع نہیں ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ سوائے اس کے کہ بعض دوسری حماقتیں اور کمزوریاں آڑے آجائیں اور وہ بدقسمتی کے ساتھ اولاد پر بداثرات ڈال دیں۔ بعض دفعہ لوگ نیک بھی ہوتے ہیں خوبیوں سے مزین ہوتے ہیں لیکن خبردار نہیں ہوتے۔ چنانچہ قرآن کریم نے خبردار رہنے کی طرف بھی بار بار ہمیں توجہ دلائی ہے۔ اس وجہ سے بعض نیکوں کی اولادیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ وہ خود نیک ہوتے ہیں مثلاً ماں بھی، باپ بھی دونوں نیکیوں سے بھرے ہوتے ہیں، نمازیں پڑھ رہے ہیں خدا کو یاد کرتے ہیں لیکن قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ بھی کافی نہیں۔ تمہیں باخبر رہنا پڑے گا، ہوشمند رہنا پڑے گا کہ دیکھو کہ تمہاری اولاد کدھر جارہی ہے؟ اگر سچی نیکیاں ہوں اور ہوشمندی ساتھ شامل ہو جائے اگر اولاد کی طرف گہری فکر والی توجہ بھی پیدا ہو جائے تو پھر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ اولادیں ضائع نہیں ہوا کرتیں۔

جو کمزوریاں ان معاشروں میں ہیں وہ کمزوریاں میری نظر کے سامنے ہیں میں ان سے خوب واقف ہوں لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ایسے سینکڑوں احمدی خاندان ہیں جو انہی کمزور ماحولوں میں پل رہے ہیں اور ان کو کوئی خطرہ نہیں۔ ان کے بچے بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ صحیح خطوط پر جوان ہو رہے ہیں وہ خود بھی اپنے آپ کو نہ صرف محفوظ سمجھتے ہیں بلکہ اردگرد اپنے ماحول پر نیک اثرات مترتب کرتے چلے جارہے ہیں۔

پس وہ قرآن کریم کی اس آیت کی سچائی کا زندہ ثبوت ہیں اور باقیوں کے لئے وہ روشنی کا مینار ہیں۔ امیدیں ان سے وابستہ ہیں کیونکہ اگر ایسا بعض خاندانوں میں ممکن ہے تو باقی خاندانوں میں کیوں ممکن نہیں۔ اس لئے سب سے پہلے تو اس احساس کمتری کو دور کریں کہ آپ گویا بدیوں سے

خوف کھا سکتے ہیں یا بدیاں آپ پر غالب آسکتی ہیں۔ قرآن کریم خبر دیتا ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ تم نیکیوں پر قائم رہو تو بدیاں تم سے بھاگیں گی تمہیں بدیوں سے بھاگنے کی ضرورت نہیں۔

پس وہ لوگ جو مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم اولاد کی خاطر ملک کو چھوڑ جائیں ان کو میں یہی جواب دیتا ہوں کہ اگر آپ اتنے کمزور ہیں کہ آپ بچ نہیں سکتے تو پھر بہتر یہی ہے کہ دنیا چھوڑیں اور دین کو فضیلت دیں، بھاگ جائیں یہاں سے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو بھاگنا ویسے زیب دیتا نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تو ساری دنیا کی تقدیر بدلنی ہے اور اپنے غلاموں کے ذریعے بدلنی ہے۔ ان کے ذریعے بدلنی ہے جو آپ کے پیچھے چلنے والے، آپ سے محبت کرنے والے، آپؐ کی سنت کو زندہ کرنے والے ہیں۔ اگر وہی میدان چھوڑ کے بھاگنے لگیں تو پھر دنیا کی تقدیر کون بدلے گا؟ کہاں سے وہ لوگ آئیں گے؟ آسمان سے ایسی باتوں کے لئے فرشتے تو نازل نہیں ہوا کرتے۔ زمین فرشتے اگایا کرتی ہے اور آنحضرت ﷺ کی سنت سے آج بھی ایسے فرشتے دنیا میں پیدا ہو سکتے ہیں، ہو رہے ہیں اور یقین ہے کہ آئندہ بھی انشاء اللہ ہوتے رہیں گے۔

تو اپنے اندر پہلے احساس پیدا کریں مضبوطی کا، قوت کا۔ واضح طور پر یہ بات سمجھ لیں کہ **آپ مغلوب ہونے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے غالب آنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں**۔ شرط یہ ہے کہ قرآن کریم سے غالب آنے کے راز سیکھ لیں۔ شرط یہ ہے کہ اس فلسفے کو خوب اچھی طرح جان جائیں کہ خلا سے دنیا فتح نہیں ہوا کرتی، ٹھوس باتوں سے دنیا فتح ہوا کرتی ہے۔ پس اپنی نیکیوں کو یا اپنے نیک تصورات کو نیک اعمال کی صورت میں ڈھالیں اپنے خلاؤں کا جائزہ لیتے رہیں انہیں بھرنے کی کوشش کریں اور اس کے نتیجے میں آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی اولاد بھی ماحول سے خطرہ محسوس کرنے کی بجائے ماحول پر غالب آنے لگے گی۔ یہ تو ایک عمومی بات ہے۔

سوال یہ ہے خلا بھرنے کیسے ہیں؟ قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو یہ بات صاف نظر آجاتی ہے کہ ہر وقت انسان کو اپنا نگران رہنا پڑتا ہے، ہر وقت متلاشی رہنا پڑتا ہے اور حقیقت میں تقویٰ کا مضمون اس چیز سے بڑا گہرا تعلق رکھتا ہے۔ تقویٰ کا ایک معنی ہے خوف کا۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ خوف کس بات کا؟ اللہ سے تو خوف نہیں کھایا جاتا۔ ان معنوں میں اللہ وہ ڈرنے والی چیز تو نہیں وہ تو پیارا وجود ہے، اسے تو اپنایا جاتا ہے ہر وقت اس کی باتیں ہوتی ہیں۔ جس کا خوف ہو انسان ہر وقت

اس کا ذکر تو نہیں کرتا رہتا۔ اس لئے جب آپ تقویٰ کے مضمون کو سمجھیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو نیکیاں پیدا کرنے کا مضمون بھی خود بخود سمجھ آجائے گا۔ جس چیز سے آدمی ڈرے بھوت ہے یا بچے بھوتوں سے ڈرتے ہیں یا چڑیلوں کے نام سے خوف کھاتے ہیں۔ جتنا آپ ان کا ذکر کریں گے اتنا ہی ان کی چیخیں نکلیں گی ڈر کے مارے کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ اس لئے کبھی آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بھوتوں اور چڑیلوں سے خوف کھاؤ اور ہر وقت بھوتوں اور چڑیلوں کا ذکر کرتے رہو۔ جس چیز سے آدمی ڈرتا ہے اس سے بھاگتا ہے، اس کے نام سے بھی بھاگتا ہے۔ پس جو بھی مطلب ہے تقویٰ کا یہ مطلب بہر حال نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کو بلا سمجھو اور مصیبت جانو۔

پھر تقویٰ کا کیا مطلب ہے؟ تقویٰ کا اصل مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ایسا پیار کرو کہ ہمیشہ یہ خوف دامن گیر رہ جائے کہ کہیں خدا ہمیں چھوڑ نہ دے۔ کہیں مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے کہ خدا کے ہم سے تعلق میں کمی آجائے۔ یہ خوف ہے۔ یہ خوف نہیں کہ خدا ہمارے قریب نہ آجائے کہیں نعوذ باللہ من ذالک۔

پس تقویٰ کا مضمون جب آپ سمجھیں تو خوف خدا کا مطلب ہی اس سے محبت ہے اصل میں۔ جس شخص سے محبت زیادہ ہو جائے اس کے بارے میں یہ خوف ضرور دل میں دامن گیر ہوتا ہے۔ ہر وقت آدمی وہموں میں مبتلا رہتا ہے کہ میرا محبوب مجھ سے ناراض نہ ہو گیا ہو۔ فرضی باتوں پر بھی وہم پیدا ہو جاتے ہیں دل میں۔ چنانچہ فارسی میں محاورہ ہے: ”عشق است و ہزار بدگمانی“ ایک عشق اور ہزار بدگمانیاں۔ بدگمانیاں ان معنوں میں کہ او ہو کہیں فلاں وقت جو مجھے نہیں دیکھا پوری طرح کہیں وہ ناراض تو نہیں تھا؟ فلاں وقت اس نے یہ بات کی کہیں یہ مراد تو نہیں کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو؟

چنانچہ مجھے بھی اس بات کا ان معنوں میں تجربہ ہے کہ جو لوگ خلافت سے غیر معمولی محبت اور عشق رکھنے والے لوگ ہیں کبھی اتفاق سے بھی کبھی آنکھ ان کی طرف نہ اٹھے تو ان کے خط آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہم سے پتا نہیں کیا غلطی ہو گئی ہے آپ ہم سے ناراض تو نہیں؟ پہلے آپ ہمیشہ ہمیں دیکھتے تھے، مسکرا کر بات کرتے تھے اس دفعہ گزرے اور سرسری نظر سے دیکھا ہے اور بھی کئی قسم کی باتیں لیکن ہر ڈاک میں کوئی نہ کوئی ایسا خط آتا ہی رہتا ہے کہ یہ وہم دامنگیر ہیں کہ کہیں ناراض تو نہیں ہو گئے۔ ایک دوست کو میں نے یہی مصرعہ جواب میں لکھا تھا کہ ناراض تو نہیں مگر یہ پتا لگ گیا

کہ تمہیں محبت بہت ہے کیونکہ عشق است و ہزار بدگمانی۔ ہر دفعہ تمہیں بدگمانی ہو جاتی ہے کہ کہیں میں ناراض نہ ہو گیا ہوں۔ تو اگر اسی مضمون کو آگے بڑھا کر خدا کی طرف لے جائیں تو پھر آپ کو محسوس ہوگا کہ تقویٰ والوں کی زندگی کیسے بسر ہوتی ہے اور ہر وقت ہر حالت میں ان کو یہ خوف دامن گیر رہتا ہے کہ میرا محبوب مجھ سے ناراض نہ ہو جائے کہیں یا ناراض نہ ہو گیا ہو۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھی صحابہ ان وہموں کے ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے، ان فکروں کو بیان کیا کرتے تھے۔ یا رسول اللہ! بعض دفعہ کئی کئی دن ایسے گزرتے ہیں کہ اللہ کی محبت اور اس کے ذکر میں دل اس طرح مچلتا نہیں جیسے بعض دوسرے دنوں میں مچلتا ہے۔ اس طرح دل میں ولولے نہیں اٹھتے پیار کے تو ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہلاک نہ ہو جائیں خدا جانے کیا ہو گیا ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ مختلف طریق پر ان کو سمجھاتے، تسلی دیتے۔

یہ ہے تقویٰ اور اسی کے نتیجے میں نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ پس ایک شخص اگر خدا تعالیٰ کے متعلق ہمیشہ یہ باتیں سوچتا رہے کہ وہ مجھ سے ناراض نہ ہو کسی طرح، آج میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کی جس سے ناراض ہو گیا ہو، کل تو نہیں مجھ سے ایسی بات ہوئی تھی جس سے اس کے تعلق میں کمی محسوس ہوئی ہو یا اس کے مقابل پر پھر یہ محسوس کرے کہ خدا نے کب، کس طرح مجھ سے پیار کا اظہار کیا ہے اور اب کمی کیوں آئی ہے اگر کمی ہے۔ یہ وہ خلا ہیں آپ کے احساس کے ان کو پہلے بھریں۔ اگر آپ غفلت کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں تو آپ کی ساری زندگی خالی ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ

کا یہ مطلب ہے کہ خدا کو بھلائے بیٹھے ہو تم لوگ۔ تمہاری زندگی میں وہ ہمیشہ ساتھ رہنے والا وجود ہی نہ رہا ہو تو پھر کیسے گمان کر سکتے ہو کہ تمہاری حفاظت ہوگی اور تمہاری نسلوں کی حفاظت ہوگی اور تم اپنے حال سے باخبر رہو گے۔ ان معنوں میں خدا کو یاد رکھیں کہ ہمیشہ دلوں پر غالب رہے، ہمیشہ ذہنوں پر غالب رہے، ذہن بار بار اس کی طرف پرواز کرنا شروع کر دیں، عادت پڑ جائے کہ دل کی ہر حرکت اس کی طرف مائل ہونے لگ جائے۔ حنیفاً مسلما ہو جائیں۔ اللہ کی طرف جھکاؤ کی طبیعت پیدا ہو جائے۔ تو پھر اس کے نتیجے میں آپ کو خلا بھی دکھائی دیں گے اور ان کو بھرنے کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ ورنہ ایک خطبہ میں کیا سینکڑوں خطبوں میں بھی میں ان تمام امکانی خلاؤں کا

ذکر کر نہیں کر سکتا۔ ہر انسان کی کیفیت مختلف ہے، ہر انسان کی کمزوریاں مختلف ہیں، ہر انسان کی خوبیاں مختلف ہیں اور معاشرے کا اس پر اثر مختلف رنگ میں پڑتا ہے، اس کے مزاج کا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے سوائے اس نسخہ کے اور کوئی نسخہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ ان معنوں میں اللہ کا تقویٰ اختیار کریں جن کا میں آپ کو بتا رہا ہوں، جو میں نے قرآن سے اور آنحضور ﷺ سے سیکھا ہے کہ ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہے آپ کے ساتھ کہ خدا پتا نہیں کیا مجھ سے پیار کر رہا ہے یا نہیں کر رہا؟ اس کا تعلق ہے یا نہیں ہے؟ جب یہ فکر کریں گے تو آپ کا تعلق خود بخود بڑھنے لگے گا آہستہ آہستہ اس مضمون میں آپ کو مزہ آنا شروع ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ مستقل آپ کے ساتھ ایک اصلاح کا ذریعہ ایسا چمٹ جائے گا کہ وہ کسی حالت میں آپ کو چھوڑے گا نہیں۔ دن رات، سوتے جاگتے رفتہ رفتہ یہ خیال غالب آنا شروع ہو جائے گا۔

پس اس خیال کے ساتھ آپ اپنی اصلاح کا سفر شروع کریں تو میں آپ کا یقین دلاتا ہوں کہ دنیا کا کوئی معاشرہ کبھی آپ پر غالب نہیں آسکتا۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ خدا سے پیار کرنے والوں، خدا کا ذکر کرنے والوں، خدا کی محبت کے ضائع ہونے کے خوف میں ہر دم مرتے رہنے والوں پر کوئی دنیا کا معاشرہ غالب آسکے۔ جب یہ تعلق آپ کا قائم ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ اپنے بچوں کے ساتھ بچپن ہی سے خدا کا ذکر نہ کریں۔ جن لوگوں کے اوپر خدا کا خیال غالب رہتا ہے وہ لازماً بچپن سے اپنے بچوں سے ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں اور بچپن سے ہی ان کو خدا کے پیار کی باتیں سکھاتے رہتے ہیں۔

چنانچہ احمدیت میں تو یہ عام بات ہے اور بہت سے ایسے خاندان جن سے میری ملاقات ہوتی ہے سفروں کے دوران ان کے بچوں سے میں فوراً پہچان جاتا ہوں کہ ماں باپ کیسے ہوں گے۔ بعض بچے ہیں جو شروع ہی سے ان کی اداؤں سے پتا چلتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے پیار ہے اور باتیں بھی اللہ تعالیٰ کی کرتے ہیں۔ اپنے اپنے رنگ میں غلطیاں بھی کرتے ہیں ناسمجھی میں بعض دفعہ غلط تصورات پیش کر دیتے ہیں جن کی اصلاح کر دی جاتی ہے لیکن اس سے ایک بات جو قطعی طور پر ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ان کے ماں باپ نے ضرور بچپن سے ہی ان کے دل میں خدا کا پیار پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ وہ ایک ترکیب ہے جو ہر دوسری ترکیب سے زیادہ وزن رکھتی ہے۔ آپ کا پیار خدا سے ضرور منعکس ہوگا آپ کے بچوں کے دلوں میں اور پھر ہر اس چیز سے آپ خوف کھائیں گے جو آپ کو بچوں کو خدا سے دور لے جانے والی ہو اور آپ کے بچے آپ کی زندگی میں دیکھیں گے اس خوف کو۔ آپ کے چہرے پر ان کی برائی کا غم ظاہر ہوگا۔ یہ بات یاد رکھیں کہ چھوٹی عمر کے بچوں پر آپ جتنا بھی بوجھ ڈال دیں بچے اتنا ہی بوجھ اٹھا لیتے ہیں۔ جو لوگ بچوں پر رحم کرتے رہیں کہ نہیں! ہم اتنا بوجھ نہیں ڈالیں گے بعد میں سکھائیں گے تو بچے اس سے پہلے سیکھ چکے ہوتے ہیں۔ اس عمر کے بعد بہت کم مزید سیکھنے کی اہلیت ان میں باقی رہتی ہے۔ اس لئے شروع میں اہل زبان نے تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ چھ چھ، سات سات زبانیں فر فر بچے بولتے ہیں اور بالکل ساری زبانیں مادری زبان کی طرح بولتے ہیں کیونکہ ان کے ماں باپ نے شروع سے ہی ان پر بوجھ ڈال دیا۔

اس لئے بچوں کی فراست سے آپ خوف بھی کھا سکتے ہیں، ان سے امیدیں بھی وابستہ کر سکتے ہیں۔ ماں باپ کے دلوں کی کمزوریاں، ماں باپ کے دلوں کی برائیاں بچے اپنے ماں باپ کی آنکھوں میں ان کے چہرے بشرے میں پڑھ لیا کرتے ہیں ان کی دلی کیفیات کیا ہیں؟ ان کی دلی تمنائیں کیا ہیں؟ یہ بچوں سے اوجھل نہیں رہا کرتیں۔ اسی طرح ماں باپ کی خوبیاں بھی اور یہ بات کہ ماں باپ کا دل کس چیز میں اٹکا ہوا ہے بچے بخوبی جانتے ہیں شروع سے اور اسی کے مطابق وہ پرورش پانے لگتے ہیں۔

اس لئے اگر ہمیشہ آپ کے دل میں خدا کا تعلق غالب رہے، ہمیشہ آپ کے دل میں یہ گمان رہے کہ کہیں خدانخواستہ، یعنی ہم خدانخواستہ محاورۃً کہتے ہیں یہاں اس طرح چسپاں نہیں ہوتا مگر یہ وہم رہے کہ ایسا نہ ہو کہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو گیا ہو اور ایسا نہ ہو کہ میں نے آج ایسے اعمال کئے ہوں جن کو خدا نے پیار سے نہ دیکھا ہو اور ایسے اعمال سے محروم رہ گیا ہوں جن کو خدا پیار سے دیکھتا ہے۔ اس تفصیل کے ساتھ اگر روزمرہ آپ اپنا جائزہ لینا شروع کریں اور یہ ذہن میں ایک لگن لگا لیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے بچوں کے اوپر بھی اس کا پرتو پڑنا شروع ہو جائے گا اور خود بخود یہ قانون قدرت کے طور پہ ان کے اوپر خدا کی محبت غالب آنے لگ جائے گی۔ یہ ایک نسل کا تجربہ نہیں سینکڑوں نسلوں کے تجربے ہیں۔ ہمیشہ یہ طریق کارگر ثابت ہوا ہے پہلے بھی، آج

بھی اور آئندہ بھی کارگر رہے گا۔

اس لئے اس پہلو سے اپنا جائزہ لیں اور جب میں کہتا ہوں کہ خدا سے پیار کر لیا کریں اس کا ذہن میں ہر وقت تصور رہے تو بظاہر یہ عام بات ہے معمولی سی بات دکھائی دیتی ہے آپ سب کہتے ہوں گے کہ ٹھیک ہے جی! بڑا آسان طریقہ مل گیا ہے اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیا کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ کو اس تقویٰ کی اس تعریف کے ساتھ یاد کرنا اتنا آسان نہیں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر یاد کے ساتھ کچھ تقاضے وابستہ ہو جاتے ہیں اور ان تقاضوں کو جب آپ نظر انداز کر دیتے ہیں تو یاد مٹ جاتی ہے وہ کالعدم ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کو بھوک لگی ہے اور آپ کچھ کھانا کھاتے ہیں لیکن کھانے کے لئے آپ کو پیش کیا جائے اور آپ نہیں کھاتے تو وہ بھوک بے معنی ہو جاتی ہے۔ اگر آپ پیاس کا دعویٰ کرتے ہیں اور پانی آپ کو مہیا کر دیا جاتا ہے یا آپ کی پسند کا شربت پیش کر دیا جاتا ہے اور آپ نہیں پیتے تو آپ اس پیاس کو کالعدم کر دیتے ہیں۔ یا وہ پیاس جھوٹی تھی یا پھر آپ عقل نہیں رکھتے کہ وہ پیاس بجھانے کا سامان بھی پیدا ہوا اور آپ نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

تو اس طرح خدا کی یاد کے ہر لمحہ تقاضے ہوں گے، خدا کے پیار کے نتیجے میں ہر لمحہ مطالبے شروع ہو جائیں گے۔ اچھا! تم مجھے یاد کرتے ہو تم مجھ سے پیار کرتے ہو تو پھر یہ بھی کرو، پھر وہ بھی کرو اور ہر دفعہ جب یہ بھی کرو اور وہ بھی کرو کی آوازیں اٹھیں گی اس پیار سے تو ہر دفعہ آپ محسوس کریں گے کہ نہ میں یہ کرنے کا اہل ہوں نہ میں وہ کرنے کا اہل۔ اس وقت آپ کو پتا چلے گا کہ آپ کی محبت ایک رومانی محبت تھی ایک افسانوی قصہ تھا جس کا حقیقت سے تعلق نہیں ہے۔ پھر ایک اور خوف دامن گیر ہو جائے گا اور وہ خوف یہ ہے کہ میں جو فرضی طور پر خدا سے پیار کے دعوے کرتا رہا ہوں یہ تو اور بھی زیادہ گناہ ہے۔ میں تو اپنی زندگی سے راضی ہو گیا ہوں میری حالت کیسی ہے؟ میں کیسے اسے تبدیل کروں۔

چنانچہ ایک ایسا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے اس کے نتیجے میں جب انسان اپنے تصور کو عمل کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی زندگی پر ایک لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں بہت سے عشق سوئے ہوئے بیدار ہونے لگتے ہیں۔ جس طرح بارش کے ساتھ، برسات کے ساتھ زندگی کی کئی قسمیں اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور اچانک یوں لگتا ہے کہ ساری دنیا جاگ اٹھی ہے اسی طرح انسان کے اندر بھی بے شمار دنیائیں ہیں جو سوئی پڑی ہیں۔ ان کو خدا کا خوف بیدار کرتا ہے

اور جس طرح میں آپ کو بتا رہا ہوں ان مراحل سے آپ گزریں گے تو پھر آپ محسوس کریں گے کہ یہ کیا واقعہ ہے اس کے بغیر آپ اس کو نہیں سمجھ سکتے ۔ جب خدا کے پیار کے ذکر کے ساتھ مطالبے پیدا ہوں گے اور آپ اپنے آپ کو نا اہل پائیں گے پھر آپ کے اندر کئی قسم کے خوف اور بیدار ہونے شروع ہو جائیں گے، ایک ہلچل مچ جائے گی ۔ پھر آپ کو محسوس ہو گا کہ کتنے امور ایسے ہیں جن کی طرف آپ کو توجہ کرنی چاہئے تھی آپ نہیں کر سکے ۔ ایک ایسے رستے پر آپ چل پڑیں گے جو روحانی انقلاب کا رستہ ہے ۔ تب آپ کو محسوس ہو گا کہ دراصل تو دامن خالی ہی خالی تھا اور یہ جو میں کہتا ہوں تو یہ مضمون اتنا وسیع مضمون ہے کہ اس کی گہرائی اور اس کی وسعت کو آپ میرے اس کہنے سے سمجھ ہی نہیں سکتے ۔ وہ صاحب فراست لوگ، وہ صاحب فہم اور صاحب معرفت لوگ جنہوں نے اس رنگ میں خدا کو پانے کی کوشش کی ہے اور اپنے خلاؤں کو بھرنے کی کوشش کی ہے وہ بسا اوقات ساری عمر کے سفر کے بعد بھی اپنے آپ کو خالی دیکھتے ہیں اور سچی معرفت کا یہی تقاضا ہے یہی ہونا چاہئے کیونکہ خدا کی عظمتوں سے ایک انسان اپنے آپ کو پوری طرح بھر سکتا ہی نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا لامتناہی مضمون ہے کہ انسان کے اندر مزید کی طلب پیدا ہو جاتی ہے اور انسان جتنی ترقی کرتا چلا جاتا ہے اتنی اپنی کمزوریوں کی طرف اس کی نگاہ اور زیادہ کثرت کے ساتھ پڑنے لگتی ہے اور زیادہ کمزوریاں دریافت کرنے لگتا ہے ۔ چنانچہ ایسے صاحب عرفان وجود جب خدا کو مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ :۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(درثمین صفحہ :۱۲۵)

یہ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! ہم میں تو کچھ بھی نہیں، تو نے کیا ہم میں دیکھا جو ہمیں چن لیا، ہم تو کسی لائق بھی نہیں ۔ بے شمار محبت اور عشق کے ترانے دل سے اٹھتے ہیں جو دوسرے سننے والوں کو عجیب دکھائی دیتے ہیں ۔ جب وہ ایسے صاحب عرفان لوگوں کی باتیں سنتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو خدا نے اس دنیا کا امام بنا دیا ہے، اتنا بڑا مقام عطا کیا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا سب سے کامل غلام بنا کر اس دنیا کی امامت پر کھڑا کر دیا اور وہ یہ کہتا ہے :۔

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار
میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار
یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگاہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار
(درثمین صفحہ: ۱۲۵۔۱۲۶)

یہ جو مضمون آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے سنتے ہیں تو آپ حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیا بات ہے۔ جن کی ہم نے بیعت کی، جن کو اپنا امام مانا، جن کو خدا نے ہمارا امام بنایا ان کی یہ حالت ہے۔ آپ تعجب سے دیکھتے ہیں اور غیر تضحیک سے ان باتوں کو دیکھتا ہے اور مجالس میں بیان کرتا ہے کہ لو یہ دیکھ لو! یہ مرزا صاحب ہیں جنہوں نے دنیا کا امام ہونے کا دعویٰ کیا، کہتے ہیں خدا نے مجھے چن لیا اور پھر کہتے ہیں کرم خاکی ہوں نہ آدم زاد ہوں، بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار ہوں۔ ایسا شخص دنیا کی کیا سرداری کرے گا اور دنیا کی کیسے رہنمائی کا اہل ہوگا۔ وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ ایسے وجود جب وہ خدا کو مخاطب ہوتے ہیں تو خدا کی عظمتوں کے مقابل پر اپنے آپ کو دیکھ رہے ہیں اور خدا کی عظمتوں کو جاننے والا صاحب عرفان آدمی خدا کے مقابل پر اپنے آپ کا بالکل ذرۂ ناچیز اور حقیر اور ذلیل ترین وجود سمجھنے لگتا ہے۔ اس پر یہ روشن ہو جاتا ہے کہ جس کی طرف وہ حرکت کر رہا ہے وہ لامتناہی وجود ہے جس کی کوئی حد نہیں، وہ حسنات کا درجہ کمال ہے، اسی سے حسنات پھوٹتی ہیں اسی کی طرف لوٹتی ہیں اور اس کے مقابل پر وہ جو اپنی حیثیت کو دیکھتے ہیں تو وہ چھوٹی ہوتی ہوتی رفتہ رفتہ نظر سے غائب ہو جاتی ہے۔

خدا تعالیٰ کو دیکھنے والے کے متعلق آپ تصور کریں کہ اس کا کیا حال ہوگا۔ دنیا کے دیکھنے والے بھی دراصل جب صاحب عرفان ہوتے ہیں تو دنیا کے معاملات میں بھی اپنی یہی حیثیت پاتے ہیں۔ چنانچہ سائنسدان جب عالمی وسعتوں پر غور کرتے ہیں، کائنات میں نئی نئی کائناتیں دریافت ہو رہی ہیں ان پر نظر ڈالتے ہیں تو رفتہ رفتہ خود سمٹنے لگتے ہیں اور یہ بیان کرتے ہیں کہ ساری کائنات پر

غور کرنے کے بعد اسے دیکھنے کے بعد ہماری حیثیت تو کیا ہماری دنیا کی بھی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی۔ ریڈرڈائجسٹ میں ایک اٹلس ہے اس میں آپ ساری کائنات کا نقشہ دیکھیں تو وہاں ایک اشارہ نظر آئے گا Arrow۔ وہ ایک ایسے Spot کی طرف جو Spot بھی نظر نہیں آرہا اور وہ لکھتا یہ ہے وہ نقشے کے اوپر نوٹ دینے والا کہ ہمارا Solar System سورج اور سارے سیارے یہاں کہیں واقع ہیں لیکن اس کائنات کے مقابل پر اتنے چھوٹے ہیں کہ نقطے سے بھی دکھائی نہیں دیئے جاسکتے کیونکہ نقطہ جتنی جگہ لے گا وہ اس سے زیادہ ہوگی جتنی کائنات کے مقابل پر ہمارے Solar System کو ملنی چاہئے۔ وہ کہتے ہیں ہم یہاں کہیں ہوں گے۔ وہ جو خدا کی ہستی میں سفر کرتا ہے جس پر خدا روشن ہوتا ہے۔ آپ تصور تو کریں اس کی دنیا سمٹ کر کیا رہ جاتی ہے؟ کچھ بھی اس کا وجود باقی نہیں رہتا اور پھر وہ مزید حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کے وجود کے اندر مزید سفر اختیار کرتا ہے مزید تلاش کرتا ہے وہ راہیں جن سے خدا راضی ہو جن سے خدا اس کے اوپر عیاں ہو اور اس کے وجود کے اندر جذب ہونا شروع ہو جائے۔

اس لئے یہ سفر تو لامتناہی سفر ہے۔ خلا بھرتے رہیں گے اور نئے خلا پیدا ہوتے رہیں گے لیکن جو خلا خدا کے حسن اور پیار سے بھر رہے ہوں ان پر دنیا کی کوئی بدی غالب نہیں آسکتی۔ یہ مضمون ہے جس کے اوپر آپ کو کامل یقین رکھنا۔ خدا ہی ہے پھر جو ان خلاؤں کو بھر سکتا ہے کیونکہ آپ کی تمنائیں اس کی طرف ہو جاتی ہیں۔ آپ کی توجہ اس کی طرف پھر جاتی ہے اور باقی ساری دنیا اس کے مقابل پر بے معنی ہو کر دکھائی دینے لگتی ہے۔

اس طرح آپ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس سے دعائیں کرتے ہوئے امریکہ ہو یا روس ہو یا دنیا کا کوئی خطہ ہو وہاں زندگی بسر کریں آپ کے اندر ایک حیرت انگیز عظمت کا احساس بیدار ہوگا جو اس کامل انکسار کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ کامل انکسار کے نتیجے میں ایک ایسی عظمت نصیب ہوتی ہے جو خدا کے فضل کے نتیجے میں نصیب ہوتی ہے۔ انسان کو قوت محسوس ہوتی ہے، وہ جانتا ہے کہ وہ غالب آنے والا ہے، وہ جانتا ہے کہ وہ قوی ہے اور ہو نہیں سکتا کہ غیر اللہ کبھی اس کے اوپر غالب آسکے۔ تو یہ خوف سارے خود بخود مٹ جائیں گے، ان کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہے گی۔ آپ کے بچے بھی آپ سے بچپن ہی میں یہ عظمت کردار حاصل کریں گے، اس سوسائٹی میں

سر اٹھا کر چلنے والے بنیں گے۔

پس اس رنگ میں اگر آپ یہاں جینا سیکھ سکتے ہیں اور اس رنگ میں جینے کے لئے خدا سے دعائیں مانگنا چاہتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں تو پھر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔ نہ آپ کو خطرہ ہے نہ آپ کی اولادوں کو خطرہ ہے اور آپ کی اولادوں کو بھی بھی تبھی خطرہ ہو گا جب پہلے آپ کو خطرہ ہوگا۔ پہلے اپنے خطرات کا مقابلہ کریں کامیابی کے ساتھ اور پھر اپنی اولاد کی طرف خبرداری کے ساتھ، ہوشیار نگاہیں ڈالیں اور جس طرح قرآن کریم نے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے اپنی نیکیوں کے ساتھ اولاد پر نظر کرتے ہوئے خدا پر توکل کرتے ہوئے آگے بڑھیں خدا کا یہ کلام یقیناً سچا ہے اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کا کردار یقیناً غالب ہے۔

اس لئے اپنے خلاؤں کو محمد مصطفی ﷺ کے کردار سے بھرنا شروع کریں اور یقین رکھیں کہ آپ ہی ہیں جو دنیا پر غالب آئیں گے اور آپ کے نتیجے میں دنیا کی تقدیر بدلے گی، دنیا آپ کی تقدیر نہیں بدل سکتی۔ اتنی ضرورت ہے اس ملک کو آپ کی کہ جب میں یہ سنتا ہوں تو مجھے ایک اور غم لگ جاتا ہے یہ تو اسلام کے سفیر تھے جن سے میں یہ باتیں سنتا ہوں۔ یہ تو اس لئے گئے تھے ان ملکوں میں کہ ان ملکوں کے حالات بدلیں اور ان کی خرابیوں کو دور کریں۔ یہ کیسے سفیر ہیں جو یہ خوف کھا رہے ہیں کہ ان کی برائیاں ان پر غالب نہ آجائیں۔ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہونے والا انسان اور یہ فکر اس کو دامن گیر ہو کہ غیر اس پر غالب نہ آجائیں ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں آپ کو یہ چھوٹی اور کمینی باتیں ہیں آپ بہت عظیم باتوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ آپ محسوس تو کریں کہ آپ ہیں کون؟ ان معنوں میں انکسار کی شرط کے ساتھ اپنی اس عظمت کو سمجھیں کہ آپ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی طرف منسوب ہو رہے ہیں اور آپ کو ساری دنیا پر غالب آنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ پہلے دور میں آپ کو یہ کر کے دکھا دیا ہے، دوسرے دور میں آپ نے اس بات کو سچا ثابت کر کے دکھانا ہے۔

پس دعا کر کے ہمت کے ساتھ نیکیوں کا سفر اختیار کریں۔ میری بھی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور ہم سب کی دعائیں مل کر میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا کی حفاظت کی فصیل ہمارے ارد گرد کھڑی کر دیں گی جن کے اوپر کسی دشمن کو غالب آنے کی توفیق نہیں مل سکے گی۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

نماز جمعہ کے ساتھ نماز عصر جمع ہوگی اور عصر میں میں دو رکعتیں پڑھوں گا کیونکہ مسافر ہوں اور وہ جو آپ میں سے مسافر ہیں وہ میرے ساتھ ہی سلام پھیریں گے۔ باقی سب مقامی بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو کر باقی دو رکعتیں پوری کریں اور پھر سلام پھیریں۔

آپ میں سے جو بڑے ہیں وہ تو جانتے ہی ہوں گے ان مسائل کو لیکن بسا اوقات اپنے بچوں کو وہ مسائل نہیں بتاتے جن کا آپ کو خود علم ہے۔ یہ بھی ایک خلا ہے جسے ہمیں پورا کرنا چاہئے۔ جو ہمیں علم ہے اپنے بچوں کو اس علم میں شریک کر کے ساتھ بڑھانا چاہئے۔ اس لئے کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے کہ نئی جگہوں پر جائیں تو بچے ساتھ سلام پھیر دیتے ہیں یا بعض نئے احمدی، نو مسلم بھی تربیت کے محتاج ہوتے ہیں ان کو احمدی بنانے والا آگے مزید باتیں نہیں بتاتا اور اپنے علم میں شریک نہیں کرتا۔ اس لئے یہ دوبارہ بتانی پڑتی ہیں۔

نماز جمعہ اور عصر جمع ہوں گی اور عصر کی نماز کے معاً بعد دو مرحومین کی نماز جنازہ غائب ہو گی۔ ایک مکرم محمد عبد الطیف صاحب ابن مکرم منشی محمد اسماعیل صاحب صحابیؓ 22 اکتوبر کو دل کے حملے سے وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ڈاکٹر لئیق احمد صاحب واشنگٹن کے والد تھے ان کی طرف سے درخواست ہے کہ ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی جائے۔ دوسرے ہمارے امریکہ ہی کے ایک دوست شیخ بشیر الرحمان صاحب جو نیویارک میں ہیں، ان کی والدہ انتقال فرما گئی ہیں اور ان کی طرف سے درخواست آئی ہے کہ ان کی نماز جنازہ غائب پڑھائی جائے۔

پس عصر کی نماز کے معاً بعد ان کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔